مرثیہ درحالِ ہمشکلِ پیغمبرؐ حضرت علی اکبرؑ

(۸۰ ربند)

انیس العصر سید ابن الحسینؑ مہدی نظمی اجتہادی

(۱)

اے خالقِ حیاتِ شہیدانِ کربلا
میرے قلم کو کر دے ثنا خوانِ کربلا
کرنا ہے ذکرِ دلبرِ سلطانؑ کربلا
اکبرؑ ہیں باغبانِ گلستانِ کربلا
یہ خوش جمال جانِ بنِ بوترابؑ ہے
کردار میں شبیہِ رسالتؐ مآب ہے

(۲)

یہ خوش جمال جس پہ بہترؑ نثار ہیں
لیلٰی بلائیں لیتی ہیں سرورؑ نثار ہیں
بنت نبیؐ نثار ہیں حیدرؑ نثار ہیں
یوسفؑ کا ذکر کیا ہے پیمبرؐ نثار ہیں
عباسؑ سے جری و مہذب کی گود میں
جو کھیل کر جواں ہوا زینبؑ کی گود میں

(۳)

پیکر میں حسنِ پیکرِ سلطانِ انبیا
گفتار میں فصاحتِ گفتارِ مرتضیٰؑ
عباسؑ کا جلال تو جعفرؑ کا دبدبہ
جس کی رگوں میں گرم لہو ہے حسینؑ کا
جو کربلا میں دینِ پیمبر کی آن ہے
بیشک نبیؐ نہیں ہے نبوت کی شان ہے

(۴)

روشن نگاہ جیسے چراغ خدا کی لو
روشن جبیں کہ جیسے مہہ و کہکشاں کی ضو
روشن ضمیر خلد میں کوثر کی جیسے لو
روشن دماغ پرتوِ خورشیدِ صبح نو
نازک ہے جو حسینؑ کے احساس کی طرح
جرار ہے جو حضرت عباسؑ کی طرح

(۵)

زلفوں میں حسن جیسے سحابِ بہار ہو
عارض میں رنگ جیسے گلِ لالہ زار ہو
ابرو میں خم کہ جیسے خمِ ذوالفقار ہو
یوسف جمال جس پہ زلیخا نثار ہو
خوش رنگ پھول گلشنِ جانِ بتولؑ کا
بلبل کہا گیا جسے باغِ رسولؐ کا

(۶)

وہ خوش جمال خانۂ زہراؑ کا آفتاب
آنکھیں کہ جیسے نور فشاں چشمِ بوترابؑ
چہرہ کہ جیسے رحل پہ اللہ کی کتاب
جس کا شباب احمدؐ مختار کا شباب
رخ پر جلال صورتِ خیرؐ الانام کا
فرزند وہ حسین علیہ السلام کا

(۷)

وہ خوش جمال نورِ دلِ دخترِ بتولؑ
وہ خوش جمال گلشنِ سبطِ نبیؐ کا پھول
وہ خوش جمال نامِ علیؑ صورتِ رسولؐ
وہ خوش جمال زیرِ قدم جادۂ اصول
جس کی نظر میں تیغ الٰہی کی دھار ہے
انگڑائی جس کی کھنچتی ہوئی ذوالفقار ہے

(۸)

جادہ شناسِ منزلِ ایمان و آگہی
صوتِ اذاں میں سوزِ صدائے لبِ نبیؐ
قرآن کی شعور و تخیل میں روشنی
تشبیہِ حسنِ سیرتِ مشکل کشا علیؑ
گردوں پہ جس کے دم سے فضیلت ہے فرش کو
جس کی نگاہ چھو کے پلٹتی ہے عرش کو

(۹)

وہ کہکشانِ آلِ پیمبرؐ کا ماہ ہے
فرزندِ بوتراب کا نورِ نگاہ ہے
جس کی جبیں پہ پرتوِ نورِ الٰہ ہے
جو یادگارِ حسنِ رسالتؐ پناہ ہے
تصویر ہے رسولؐ کی جایا رسولؐ کا
دیکھا نہ ہو تو دیکھ لو سایہ رسولؐ کا

(۱۰)

پنجہ میں جس کے پنجۂ شیر خدا کا زور
جس کی کلائیوں میں شہِ لافتیٰ کا زور
بازو کی رگ میں بازوئے مشکلؑ کشا کا زور
دل کی پرت پرت میں دل مرتضیٰ کا زور
ٹھوکر سے اپنی سدِّ سکندر کو توڑ دے
ہو سامنے تو قلعۂ خیبر کو توڑ دے

(۱۱)

جو دھوپ میں ہے پیاس کی شدت سے خودنڈھال
قاسمؑ کا جس کو رنج ہے عباسؑ کا ملال
جو دیکھتا ہے بادشہِؑ کربلا کا حال
ہے شاق جس کو دیکھنا خورشید کا زوال
بولا یہ شہؑ سے اذنِ وغا دیجئے حضور
شفقت سے اور دیر نہ اب کیجئے حضور

(۱۲)

زخموں سے چور چور بھی ہوں تشنہ کام بھی
فہرستِ کشتگانِ وفا میں ہے نام بھی
مشفق پدر بھی آپ ہیں میرے ، امامؑ بھی
فرزندِ جاں نثار بھی ہوں اور غلام بھی
منزل یہ صبر کی ہے فدا کیجئے مجھے
بابا گلے لگا کے جدا کیجئے مجھے

(۱۳)

سینہ ہے داغ داغ مرا قلب ہے تپاں
لیجے نہ میرے صبر کا اب اور امتحاں
اذنِ وغا ملے تو مری جاں میں آئے جاں
میری سپاہ ، خلد میں ہے اور میں یہاں
جنت میں میرا ساقیٔ کوثر ہے منتظر
میرا امامؑ میرا پیمبرؐ ہے منتظر

(۱۴)

کہنے لگے حسینؑ کہ اے میرے نوجواں
ہم شکل و ہم شبیہِ شہنشاہِ دو جہاں
میری بہن کا تجھ پہ سوا حق ہے میری جاں
زینبؑ نے تجھ کو پالا ہے زینبؑ ہے تیری ماں
اپنی پھوپھی سے اذن مرے خوش جمال لے
وہ بھی گلے لگا کے تمنا نکال لے

(۱۵)

یہ سن کے آیا خیمۂ زینبؑ میں خوش خصال
دیکھا پھوپھی کو خاک پہ بیٹھے ہوئے نڈھال
آنکھوں میں اشک،لب پہ فغاں،بیکسی کا حال
بکھرے ہوئے وہ عونؑ و محمدؑ کے غم میں بال
عباسؑ کے ملال سے رخ زرد زرد ہے
پہلو بدل رہی ہیں کلیجے میں درد ہے

(۱۶)

وہ سوزِ تشنگی ہے کہ لب پر ہیں پپڑیاں
آغوش میں سکینہؑ عطش سے ہے نیم جاں
وہ تشنہ کام بچوں کی فریاد اور فغاں
سوچا کہ کیا محل ہے کہ کھلتی نہیں زباں
خاموش جھک کے پائے کرم چومنے لگے
ثانئ فاطمہؑ کے قدم چومنے لگے

(۱۷)

بولی پھوپھی ، سمجھ گئی اے میرے دلربا
کیا چاہتے ہیں آپ غرض آپ کی ہے کیا
لیکن کوئی بتائے کہ اے میرے مہ لقا
وہ دل کہاں سے لاؤں کہ مرنے کی دوں رضا
ہم صورتِ رسول کو بھالوں میں بھیج دوں
اپنی کمائی برچھیوں والوں میں بھیج دوں

(۱۸)

ہم سن ہو فاطمہؑ کے تو ہمنامِ مرتضیٰؑ
عباسؑ کا ہے لہجہ تو شبیرؑ کی ادا
شبرؑ کا رنگ ، پورے خد و خالِ مصطفیٰؐ
دل ، عزم میں علیؑ کا کلیجہ رسولؐ کا
عباسؑ و عونؑ و قاسمؑ ذیشاں کی یاد ہو
وہ گل ہو تم کہ سارے گلستاں کی یاد ہو

(۱۹)

ہے عرصہ گاہِ حشر یہ میدانِ کربلا
میں جانتی ہوں اور بھی ہونا ابھی ہے کیا
منظور ہے مجھے بھی مشیت کا فیصلہ
مجھ کو بھی میرے بھائی نے بخشا ہے حوصلہ
کٹنا ہے رن میں فرقِ امامِ زمن ابھی
میرے بھی بازوؤں میں بندھے گی رسن ابھی

(۲۰)

ٹھہرو ذرا کہ حسنِ دل آرا کو دیکھ لوں
زلفِ دراز و پیکرِ رعنا کو دیکھ لوں
دولہا بنا کے صورتِ زیبا کو دیکھ لوں
اپنی سجی سجائی تمنا کو دیکھ لوں
یہ بارِ غم بھی سر پہ اٹھالوں تو جایئے
اک بار اور دل سے لگا لوں تو جایئے

(۲۱)

اے میرے لال مادرِ شیدا سے مل کے جا
لیلی کی کوکھ جلتی ہے لیلیٰ سے مل کے جا
تازہ ہے زخم کبریٰ کا ، بیوہ سے مل کے جا
تہذیب ہے حسینؑ کی فضہؑ سے مل کے جا
ہے یہ شعار ، آلِ عبؑا کی تمیز کا
ہم نے شرف بڑھایا ہے گھر کی کنیز کا

(۲۲)

بے ہوش تپ سے بھائی ہے بیمار و تشنہ کام
غفلت سہی جگا کے کرو آخری سلام
عظمت بڑی ہے اس کی بڑا رتبہ و مقام
بعدِ حسینؑ ہونا ہے سجادؑ کو امام
ہادئ دیں ، برادرِ غم خوار کے قدم
مرنے سے پہلے چوم لو بیمار کے قدم

(۲۳)

اے میرے لال اور مرے دل کے پاس آ
دو بول اپنے لب سے تشفی کے کہہ کے جا
چلتی ہے آج گھر میں مرے موت کی ہوا
میداں میں منتظر ہے تری دیر سے قضا
اولاد میں حسینؑ کی بدرِ منیر ہے
جا تیرا دستگیر خدائے قدیر ہے

(۲۴)

باغِ جناں میں جب تمہیں خیر الورا ملیں
حیدرؑ ملیں خدیجہؑ ملیں فاطمہؑ ملیں
شبرؑ شہیدِ ساغرِ زہرِ جفا ملیں
عباسؑ و عونؑ و قاسم گلگوں قبا ملیں
کہنا کہ کربلا میں ہے محشر بچایئے
زینب کی لٹنے والی ہے چادر بچایئے

(۲۵)

تم کو ملیں بہشت میں جب میرے لالہ فام
میری طرف سے دونوں کو دینا مرا پیام
ماں دودھ بخشتی ہے بڑا کر گئے ہو کام
روشن ہوا ہے تم سے جہاں میں وفا کا نام
کہنا دعائیں نکلی ہیں قلبِ ملول سے
مادر کو سرخرو کیا تم نے رسولؑ سے

(۲۶)

عباسِؑ نامدار سے کہنا مرا سلام
کہنا کہ چھوڑ آیا ہوں بچوں کو تشنہ کام
سرورؑ ہیں اور لشکرِ دشمن کا اژدھام
آقا کے پاس رن میں نہیں اب کوئی غلام
اصغرؑ کو رن میں جھولے سے لانے کو کون ہے
تم سے جواں کی لاش اٹھانے کو کون ہے

(۲۷)

بولیں کہ دیر ہوتی ہے اب رن کو جایئے
دشمن کو اپنی تیغ کے جوہر دکھایئے
تنہا پدر ہے حوصلۂ دل بڑھایئے
کوفہ کی فوج تا حد کوفہ بھگایئے
رکھ دو سپاہِ ظلم سروہی سے گود کے
دشمن بھی سمجھیں پالے ہو زینبؑ کی گود سے

(۲۸)

اٹھا سلام کر کے پھوپھی کو وہ خوش خصال
مادر کو پوچھتا ہوا آیا وہ نونہال
دیکھا کہ ایک گوشہ میں بیٹھی ہے خستہ حال
فرطِ غم و ملال سے بکھرے ہوئے ہیں بال
جو غم دبا کے رکھے تھے دل میں ابل پڑے
بیٹے کو دیکھا ماں نے تو آنسو نکل پڑے

(۲۹)

بولا کہ ضبط کیجئے غم ، اب نہ رویئے
اے افتخار اہلِ حرم ، اب نہ رویئے
ناموسِ بادشاہِ امم ، اب نہ رویئے
ہے آپ کو ہماری قسم ، اب نہ رویئے
صابر ہیں آپ شان ہیں آلِ رسولؐ کی
زوجہ حسینؑ کی ہیں بہو ہیں بتولؑ کی

(۳۰)

بولی نظر اٹھا کے یہ مادر کہ میرے لال
دنیا کا غم نہیں ہے کہ بکھرے ہیں میرے بال
رو کر دعا یہ کرتی ہوں اے میرے خوش خصال
ہدیہ مرا قبول کرے ربِّ ذوالجلال
مقبولِ بارگاہِ الٰہی یہ پھول ہو
ماں نذر پیش کرتی ہے یا رب قبول ہو

(۳۱)

سلطانِ کائنات ، پیمبرؐ کے سامنے
زہراؑ کے سامنے شہِ صفدر کے سامنے
ابنِ رسولؐ حضرتِ شبرؑ کے سامنے
کرتی ہوں پیش داورِ محشر کے سامنے
اپنے چمن کی کچی کلی بھی گلاب بھی
اصغرؑ کی کمسنی بھی تمہارا شبابؑ بھی

(۳۲)

سن کر بیانِ مادرِ مشفق وہ ذی حشم
تسلیم کر کے جھک گیا ماں کے چھوئے قدم
بولا کہ انتظار میں ہیں شاہ محترم
رخصت کریں حضور تو مرنے کو جائیں ہم
فرمایا رو کے جاؤ سپردِ خدا کیا
اے جاں تمہیں نثارِ شہؑ کربلا کیا

(۳۳)

آواز سن کے بھائی کی سجادِؑ دل حزیں
بولے کہ آؤ اے علی اکبرؑ مرے قریں
کیا ہے بتاؤ صورتِ حالاتِ دشتِ کیں
کیا شہؑ کے ساتھ اب کوئی انصارؑ میں نہیں
اکبرؑ نے سر جھکا کے کہا دشت زشت میں
کوئی نہیں ہے اب کہ گئے سب بہشت میں

(۳۴)

اکبرؑ نے پاؤں چومے تو سجادِؑ ناتواں
بولے کہ جاؤ دشت میں تنہا ہیں بابا جاں
رن میں کرو جہاد کہ ہے وقتِ امتحاں
کرب و بلا میں لٹ گیا حیدرؑ کا گلستاں
حسرت سے منھ کو دیکھ کے خاموش ہو گئے
یوں دل میں اٹھا درد کہ بے ہوش ہو گئے

(۳۵)

اتنے میں آپ آگئے خیمہ میں شاہؑ دیں
زینبؑ سے بولے اے مری ہمشیرِ دل حزیں
ہم صورتِ رسولؐ ہے یہ میرا مہ جبیں
پہنا دو اس کو خلعت سلطانِ مرسلیںؐ
مشکل کشا کی کاندھے پہ چادر کو ڈال دو
ناناؐ کا میرے سرخ عمامہ نکال دو

(۳۶)

پہنا کے اپنے لال کو شہؑ خلعتِ رسولؐ
خود لائے رن میں خیمے سے اپنے چمن کا پھول
بولا اٹھا کے دستِ دعا دلبرِ بتولؑ
اے ربِ بے نیاز مری نذر کر قبول
احساں کے بار سے ہے مرا سر جھکا ہوا
جو دے رہا ہوں تجھ کو ہے تیرا دیا ہوا

(۳۷)

تسلیم کر کے سرورؑ عالی کو خوش خصال
چلنے لگا سپاہ کی جانب پئے جدال
بل ابرووں پہ ، ہاتھ میں شمشیر بے مثال
وہ پیکرِ جمال تھا اب پیکرِ جلال
گھوڑے کو ایڑ دی تو ہوا ہو گیا فرس
رف رف نفس اڑا تو صبا ہو گیا فرس

(۳۸)

مرکب چلا بصورتِ طوفاں ہوا کے ساتھ
جیسے اڑے شمیمِ گلستاں ہوا کے ساتھ
جیسے چلے سحابِ بہاراں ہوا کے ساتھ
جیسے رواں ہو تختِ سلیماں ہوا کے ساتھ
اک ساتھ بول اٹھیں زبانیں جھول کی
جنت سے آگئی ہے سواری رسولؐ کی

(۳۹)

وہ رنگِ شوخ لالۂ گلزار سے سوا
وہ آنکھ چشمِ نرگسِ بیمار سے سوا
وہ چوکڑی جو آہوئے تاتار سے سوا
وہ چست چال برقِ شرربار سے سوا
مثلِ ہلال ، حسن میں نعلِ سمند تھی
چاروں سموں میں وقت کی رفتار بند تھی

(۴۰)

نزدیک فوج ،موج کی صورت امنڈ کے آئے
ٹھہرے کہ جیسے وقت کی رفتار ٹھیر جائے
دیکھے سپاہیوں نے جو تیور تو تھرتھرائے
خود شمر کے قدم بھی رکابوں میں ڈگمگائے
رن میں پکارے لال ہوں جانِ بتولؑ کا
فرزند ہوں میں راکبِ دوشِ رسولؐ کا

(۴۱)

میرا پدر ہے لختِ دلِ شاہؐ لافتیٰ
میرا پدر ہے دلبر و دلبندِ فاطمہؑ
میرا پدر ہے قوتِ بازوئے مجتبیٰؑ
میرا پدر ہے وارثِ سلطانِ انبیاؐ
فرزندِ بوترابؑ ، شہِ مشرقینؑ ہے
میرا پدر امامِ زمانہ ، حسینؑ ہے

(۴۲)

جس کی نظر میں ہیچ یہ لشکر ہے وہ حسینؑ
ٹھوکر میں جس کی تاجِ ستمگر ہے وہ حسینؑ
جو افتخارِ فاتحِ خیبر ہے وہ حسینؑ
جس کے لہو میں خونِ پیمبرؐ ہے وہ حسینؑ
جس کو لباس بھیجا تھا خالق نے عید کا
ٹھہرو! ابھی الٹتا ہے تختہ یزید کا

(۴۳)

ہم نے بشر کو بخشا ہے ایمان و آگہی
ہم نے دیا ہے درسِ تمدن بھی علم بھی
ہم نے جگایا سویا ہوا قلبِ آدمی
ہم نے اذان دی تو تمہیں روشنی ملی
حیدرؑ بھی ہیں ہمارے رسالت مآبؐ بھی
ہم سے ملی ہے تم کو خدا کی کتاب بھی

(۴۴)

سن کر بیاں یہ کہنے لگا شمرِ بد شعار
اے فوج والو! لوٹ لو اس پھول کی بہار
جھپٹو کہ یہ اکیلا ہے اور تم کئی ہزار
دیکھو کہ میں نے وار کیا سب سے پہلا وار
یہ کہہ کے اس نے تیر کیا سر کمان سے
اکبر نے بھی سنبھالی ادھر تیغ شان سے

(۴۵)

تکبیر کہہ کے نعرہ کیا یا علیؑ علیؑ
گھوڑے کو ایڑ دے کے کہا یا ولی علیؑ
اے عالمِ رموزِ خفی و جلی علیؑ
وہ جنگ ہو کہ رن میں پڑے کھلبلی علیؑ
اہلِ ستم بھی سمجھیں دل آرا ولی کا ہوں
فرزند ہوں حسینؑ کا پوتا علیؑ کا ہوں

(۴۶)

پھر نوجواں نے حملہ کیا آن بان سے
در آیا قلبِ فوج میں حیدرؑ کی شان سے
یوں نکلا فوجِ ظلم کے پھر درمیان سے
جیسے کہ تیر چھوٹ کے نکلے کمان سے
ٹوٹا جو قلبِ فوج تو بھگدڑ سی پڑ گئی
تنظیم ، اہلِ ظلم کی ساری بگڑ گئی

(۴۷)

اکبرؑ کی تیغ برقِ تجلا بنی ہوئی
گرمیٔ آفتاب سے شعلہ بنی ہوئی
پیکِ قضا ، اجل کا فرشتہ بنی ہوئی
اٹھتی تھی رن میں حشر کا فتنہ بنی ہوئی
انبار فوجِ شام میں کشتوں کا لگ گیا
چرکا لگا حسام کا جس کے سلگ گیا

(۴۸)

وہ آسماں سے آئی ہوئی تیغ آبدار
جبریلؑ کی وہ لائی ہوئی تیغِ آبدار
حیدرؑ کی آزمائی ہوئی تیغِ آبدار
اللہ کی بنائی ہوئی تیغِ آبدار
شیرِ خدا کی آبرو ، حیدرؑ کی شان تھی
بیشک یہ تیغ ، حق کے سپاہی کی جان تھی

(۴۹)

شعلہ مزاج و شعلہ زباں تھی وہ برق رو
لگتی تھی جب بھی پیاس تو پیتی تھی وہ لہو
اتنی نڈر کہ آتی تھی دشمن کے رو برو
مرتے تھے جس کی چال پہ اسلام کے عدو
ہوتی تھیں جس سے راتوں میں باتیں بتولؑ کی
سینہ سپر رہی جو خدا کے رسولؐ کی

(۵۰)

جو آج بھی کھنچی تھی شرافت کے نام پر
خود داریوں کے نام پہ غیرت کے نام پر
صدق و وفا و حق و عدالت کے نام پر
جو آج بھی اٹھی تھی شریعت کے نام پر
حکمِ امامِ وقت سے رن میں علم ہوئی
جنبش سے جس کی نسلِ یزیدی قلم ہوئی

(۵۱)

وہ تیغ مثلِ آئینہ شفاف و ضوفشاں
ہر سو تھی دھوپ پڑتی تھیں ہر سمت جھائیاں
اڑتے ہوئے وہ طائرِ جاں سوئے آسماں
گونجی ہوئی وہ دشت میں آوازِ الاماں
بازارِ موت گرم تھا اکبرؑ کی تیغ سے
پالا پڑا تھا فوج کو حیدرؑ کی تیغ سے

(۵۲)

شہؑ دیکھتے تھے دور سے رن میں پسر کی جنگ
انداز وہ جدال کا جس میں علیؑ کا رنگ
ششدر تھی ساری فوج امیرِ سپاہ دنگ
راہِ فرار بند ہوئی تھی زمیں تھی تنگ
انبوہِ غم میں بھی شہؑ دلگیر ہنس دئے
دشمن کو دی جھکائی تو شبیرؑ ہنس دئے

(۵۳)

کرب و بلا کی جنگ کا اب اور ہی تھا دور
ہلچل میں تھا سفینۂ افواجِ اہلِ جور
کوفہ میں جنگ ہونے کا پیدا ہوا تھا طور
اتنے میں شیر نے کیا حملہ ، جو ایک اور
پسپا ہوئی سپاہِ ستم شور و قہر سے
لشکر کی پشت مل گئی دیوار شہر سے

(۵۴)

شمرِ لعیں پکارا کہ لعنت ہے دوستو
اک تشنہ لب کی تم پہ یہ ہیبت ہے دوستو
ٹھہرو ہمارے ساتھ تو کثرت ہے دوستو
بھگدڑ تمہاری ننگِ شجاعت ہے دوستو
ٹھہرو ، قدم جماؤ تو میداں میں گھیر لیں
اک ساتھ مل کے آؤ تو میداں میں گھیر لیں

(۵۵)

دیکھو کہ یہ جوان ہے تشنہ دہن بہت
تم میں ہیں سنگبار بہت تیغ زن بہت
ماہر نشانہ باز ہیں ناوک فگن بہت
رستم سے پہلوان بہت پیل تن بہت
کیوں ڈر رہے ہو لشکرِ جرار ہے اِدھر
کیا خوف ہے یزید کی سرکار ہے اِدھر

(۵۶)

بھیجو مقابلہ میں بہادر چھٹا ہوا
شاطر ، شریر ، ظلم کا پیکر چھٹا ہوا
قاتل ، فریب کار ، ستمگر چھٹا ہوا
یعنی بشر کے بھیس میں اژدر چھٹا ہوا
مارے گا جو بھی دشت میں اس خوش جمال کو
بھر دوں گا اس کی لعل و زمرد سے ڈھال کو

(۵۷)

نکلا یہ سن کے فوج سے اک پیل تن شریر
دامِ ہوا و حرص و ہوس میں تھا جو اسیر
دولت کا وہ غلام ، زر و سیم کا فقیر
مکار ، شورہ پشت ، شرارت میں بے نظیر
مستی میں فیلِ مست تھا گینڈے کا ڈیل تھا
فطرت سے جو لعین و کمین و ذلیل تھا

(۵۸)

آیا وہ جھومتا ہوا اکبرؑ کے سامنے
دیکھا جو خود کو رن میں دلاور کے سامنے
کانپا جلالِ دلبرِ سرورؑ کے سامنے
جیسے کھڑا تھا حیدرِ صفدرؑ کے سامنے
خوفِ اجل سے گھوڑے پہ تھرا کے رہ گیا
نظریں ہوئیں جو چار تو گھبرا کے رہ گیا

(۵۹)

وہ خود سیر تھا مرحب و عنتر بنا ہوا
صورت میں بو لہب تھا ستمگر بنا ہوا
آیا تھا عبدِود کا وہ ہمسر بنا ہوا
لرزا ، کہ تھا علیؑ ، علی اکبرؑ بنا ہوا
ہیبت سے پتّا آب ہوا کانپنے لگا
دہشت سے دم گھٹا تو لعیں ہانپنے لگا

(۶۰)

دشمن کو خوفِ موت سے دیکھا جو بیقرار
کہنے لگے یہ اکبرؑ ذیشان و ذی وقار
ہے سامنے کھلی ہوئی تیرے رہِ فرار
بے دیں نہ بن کہ کچھ نہیں دنیا کا اعتبار
بھیجا ہے جس نے ، تو اسی خودسر کو بھیج دے
لشکر میں جا کے شمرِ ستمگر کو بھیج دے

(۶۱)

کیوں ہاتھ دھو کے آیا ہے تو اپنی جان سے
جا اور پوچھ شمرِ ضلالت نشان سے
تو رن میں کیوں نکلتا نہیں آن بان سے
وہ ہے جری لڑے جو سپاہی کی شان سے
تلوار کی لڑائی ہے آسان جیت لے
بزدل اگر نہیں ہے تو میدان جیت لے

(۶۲)

کہنے لگا کہ بھاگ کے جانے میں شرم ہے
طعنے سپاہِ شام کے کھانے میں شرم ہے
اپنا وقار و رتبہ گرانے میں شرم ہے
مرنے سے اپنی جان بچانے میں شرم ہے
دریا ہوں وہ جو چڑھ کے اترتا نہیں کبھی
میداں میں آ کے موت سے ڈرتا نہیں کبھی

(۶۳)

یہ کہہ کے اس نے پینترا بدلا چلائی تیغ
مونڈھا دکھا کے دھوکے سے سر پر لگائی تیغ
اکبرؑ نے وار روکا ، غضب کی بچائی تیغ
دو چار چوٹیں اور بدل کر اڑائی تیغ
پنجہ کے ساتھ اڑ گئی تلوار دور تک
گونجی فضا میں تیغ کی جھنکار دور تک

(۶۴)

دشمن کو زیر کر لیا جب نورِ عینؑ نے
دیکھا نظر اٹھا کے شہِؑ مشرقینؑ نے
پھر راہ پائی غم میں مسرت نے چین نے
دی نوجواں کو دادِ شجاعت حسینؑ نے
تکبیر نوجواں کی سرِ دشت چھا گئی
خیمہ کے در پہ دوڑ کے مادر بھی آگئی

(۶۵)

سجدہ خدا کے شکر کا شبیرؑ نے کیا
مادر نے دی دعائیں تو زینبؑ نے یہ کہا
اللہ زورِ بازوئے اکبرؑ کو کر سوا
جامِ ولا کے رند پکارے کہ مرحبا
ڈر ہے عذاب کا نہ تمنا ثواب کی
پیاسو! چلو سبیل لگی ہے شراب کی

(۶۶)

میدان کارزار میں پینا ہے وہ شراب
کونین جس شراب کی مینا ہے وہ شراب
جس کا خمار عرش کا زینہ ہے وہ شراب
جو کبریا کے رخ کا پسینہ ہے وہ شراب
ہجرت میں جو رسولؐ کے بستر پہ پی گئی
صحنِ حرم میں ، دوشِ پیمبرؐ پہ پی گئی

(۶۷)

یہ میکدہ ہے کوچۂ خیر الانام میں
مینا ہے جس شراب کی دستِ امامؑ میں
پانی کی چاہ رہتی نہیں تشنہ کام میں
ملتی ہے یہ شراب مشیت کے جام میں
صفین میں کبھی کبھی خیبر میں پی گئی
عاشور کو حسینؑ کے لشکر میں پی گئی

(۶۸)

لو وہ شراب میکشو! اکبرؑ کے ہاتھ سے
جنت میں جو ملے گی پیمبرؐ کے ہاتھ سے
مومن پئیں گے ساقیٔ کوثرؑ کے ہاتھ سے
کرب و بلا کے پیاسے بہترؑ کے ہاتھ سے
اشکوں کے خوں کے ساتھ روانی نہ مانگنا
جس شکل کا بھی ہو یہاں پانی نہ مانگنا

(۶۹)

بے آب تین دن سے پیمبرؐ کی آل ہے
وہ سوزِ تشنگی ہے کہ جینا محال ہے
جانِ رسولؐ کے لئے پانی کا کال ہے
اصغرؑ ہے نیم جاں تو سکینہؑ نڈھال ہے
سوکھے ہیں ہونٹ پیاس میں عناب کی طرح
مضطر ہیں بچے ماہیٔ بے آب کی طرح

(۷۰)

دورانِ جنگ ہائے وہ اکبرؑ کی تشنگی
وہ فوج کے سیاہ نشانوں کی تیرگی
وہ موت کا حصار وہ معصوم زندگی
ہر ضربِ کامیاب پہ تسبیح و بندگی
لب پر کوئی گلہ نہ شکایت کا حرف تھا
سمٹا تھا جس میں صبر کا دریا وہ ظرف تھا

(۷۱)

اسلام کا وقار دوبالا کئے ہوئے
مثلِ ابوتراب تھا حملہ کئے ہوئے
عمرِ ابد کا موت سے سودا کئے ہوئے
شیرِ جری تھا فوج کو پسپا کئے ہوئے
پیاسے سے تین دن کے ہزاروں کی جنگ تھی
راہِ فرار فوجِ ستمگر پہ تنگ تھی

(۷۲)

جوشِ وغا میں تیغ چلاتے ہوئے چلے
اہلِ ستم کو رن میں بھگاتے ہوئے چلے
جامِ اجل عدو کو پلاتے ہوئے چلے
رخ ، مرگِ ناگہاں کا دکھاتے ہوئے چلے
ثابت قدم عدوئے شۂ کربلا نہ تھے
ہوش و حواس اہلِ جفا کے بجا نہ تھے

(۷۳)

لیکن سنان ابنِ انس پیکرِ دغا
تھا اک نہالِ دشت کے پیچھے چھپا ہوا
اتنے میں ایک اور ستمگارِ بے حیا
تلوار لے کے سامنے اکبرؑ کے آگیا
ہونے دیا نہ مکر کا کوئی گمان تک
یہ گھات تھی کہ شیر کو لائے سنان تک

(۷۴)

دشمن کا سر اڑا دیا شمشیر نے مگر
برچھی لگائی آڑ سے قاتل نے پشت پر
پہلو میں چاک ہو گیا مظلوم کا جگر
رن سے پکارے شاہؑ کو لیجے میری خبر
سن کے صدا پسر کی چلے شاہؑ اس طرح
چلتی ہے موجِ درد ، رگِ دل میں جس طرح

(۷۵)

سرورؑ پکارے ہائے جواں شیر مر گیا
دنیا سیاہ ہو گئی نورِ نظر گیا
سمتِ بہشت ، دشت سے تشنہ جگر گیا
ہم صورتِ رسولؐ ، جہاں سے گذر گیا
طاقت نہ تھی لڑائی کی یثرب کے شاہؑ میں
بیٹے کی لاش ڈھونڈھ رہے تھے سپاہ میں

(۷۶)

اک جا ہجومِ فوج میں دیکھا کہ نوجواں
صحرا کی جلتی ریت پہ گھستا ہے ایڑیاں
ہے تشنہ لب کے زخمِ جگر سے لہو رواں
دل میں چبھی ہوئی ہے جفاکار کی سناں
بیٹے کے پاس آکے شہِ مشرقینؑ نے
کھینچا جگر کے زخم سے نیزہ حسینؑ نے

(۷۷)

بوچھار ہے لہو کی اندھیرا ہے دشت میں
ہر سو ہجومِ لشکرِ اعدا ہے دشت میں
تصویرِ غم دلیر کا چہرہ ہے دشت میں
احساس ہے کہ باپ اکیلا ہے دشت میں
سرور مدد کے واسطے کس کو بلائیں گے
تنہا جواں کی لاش کو کیسے اٹھائیں گے

(۷۸)

اس حال میں اکھڑنے لگا نوجواں کا دم
ثابت ہیں اس مقام پہ بھی شکر کے قدم
پیری کا ضعف ، پیاس کی شدت ، پسر کا غم
لیکن ہیں نقشِ صبر و رضا ، سرورؑ امم
ہر سو ہے تیرگی کہ ہے نورِ نظر کی لاش
ٹوٹی کمر پہ لے کے چلے ہیں پسر کی لاش

(بقیہ صفحہ ۳۳ر پر--------)